جناب شیخ عبدالغفار آثر ایم اے

تکمیلِ ایمان

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب للہ وابغض للہ
واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان " (بخاری - ابوامامہؓ)
حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس نے اللہ کیلئے دوستی کی اور اللہ کے لیے دشمنی کی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ ہی کے لیے روک رکھا، اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔

ایمان کیا ہے؟

اس حدیثِ مقدسہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تکمیلِ ایمان کے سلسلہ میں چار باتوں کا ذکر فرمایا ہے جس کی بنیاد خالقِ کائنات کی ذاتِ اقدس سے محبت، دوستی اور رضا کو قرار دیا ہے۔ گویا ایک سچے مسلمان اور صحیح ایماندار کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنی پوری عملی زندگی خداوندِ قدوس کی ذاتِ اقدس کے محور و مرکز سے جدا نہ کرے، یہی اس کا مطلوب و مقصود ہو اور اسی حسنِ نیت پر اس کی زندگی کے سارے اعمال تکمیل تک پہنچیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں۔ سب سے پہلی اور عظیم تر توحید " لا الہ الا اللہ " ہے۔ اور آخری یہ کہ راستہ سے کسی ایذا دینے والی چیز کو ہٹا دیا جائے۔ پہلی حقوق اللہ سے متعلق ہے اور دوسری حقوق العباد سے۔ گویا تکمیلِ ایمان، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے حسین امتزاج کا ایک مرقع ہے جو تکمیلِ اخلاق اور تکمیلِ انسانیت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

ایمان کا نقطۂ آغاز توحید ہے ۔ اسی دامنِ توحید میں کائناتِ انسانی کو آباد کرنا تمام انبیائے کرام اور رسلِ عظام کا مشن رہا ہے ۔

عالمگیر تعلیمات

از بسکہ حضرت خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین کی نبوت چونکہ عالمگیر ، ابدی اور دائمی ہے اور قیامت تک کے لئے تمام کائناتِ انسانی کی رشد و ہدایت اور فلاح و بہبود کے لئے ہے ، کسی خاص قوم یا نسل کے لئے نہیں ۔ اسی طرح آپ کی تعلیمات بھی ہمہ گیر اور عالمگیر ہیں ۔ چنانچہ اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو نجات کیلئے ایک مشترک مرکز اور ایک ایسی ہمہ گیر شخصیت (اللہ تعالیٰ) سے وابستہ ہو جانے کی تلقین کی ہے جو اپنی ربوبیت و خالقیت اور شانِ رحیمی و کریمی کی بنا پر جس سے تمام موجودات میں نمو اور جس کے فضل ہی کی ہر شے میں ضو ہے ۔ بلاشبہ یہ خالق و مخلوق کا رشتہ تمام نسلی ، ملکی ، وطنی ، قومی ، جغرافیائی اور خون کے رشتوں سے بالاتر ، پر عظمت ، دائمی اور عالمگیر ہے ۔

آپؐ نے فرمایا :

"کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ، تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنائے گئے ۔

خدا کے نزدیک باعثِ شرف صرف وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار اور متقی ہے " یعنی اس کی پوری کی پوری زندگی " الحب للہ والبغض للہ " کی عملی تفسیر ہے ۔

خدا سے محبت کیسے ؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کا طریق کار کیا ہے ؟ اس کے متعلق خود خالقِ کائنات نے قرآنِ کریم میں فرما دیا :

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ "

کہ " اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے دوستی اور محبت کے دعویدار ہو تو مجھ (پیغمبرؐ) کی اتباع اور پیروی کرو ۔ خدا بھی تم سے محبت کرنے لگے گا "

اس نسخہ کی روشنی میں ذرا محسنِ انسانیت تاجدارِ عرب و عجم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بنظرِ غور مطالعہ کیجئے۔ تیرہ سالہ مکی زندگی اور دس سالہ مدنی زندگی آپ کے سامنے ہے۔ نہ مکی زندگی میں مصائب سے فرصت ملی نہ مدنی زندگی میں سکون نصیب ہوا۔ پوری تئیس سالہ نبوی زندگی "لا الٰہ الا اللہ" کی نشر و اشاعت اور "الحب للہ والبغض للہ" کی تکمیل میں صرف کر دی۔

اس راہ میں کون سے مصائب تھے جو برداشت نہ کئے، کتنے عزیز و اقارب اور رفیقانِ با صفا تھے کہ اذیتوں کی بھینٹ نہ چڑھے؛ تضحیک، استہزاء اور گالی گلوچ کے کون سے تیر تھے جو نہ سہے؛ ڈھائی سال تک شعبِ ابو طالب کی اسارت برداشت کی۔ حتیٰ کہ جلاوطنی تک کی نوبت آ گئی لیکن خدا کے دشمنوں نے اس غریب الوطنی میں بھی اس محسنِ کائنات اور ان کے مظلوم ساتھیوں کا زندہ رہنا گوارا نہ کیا۔ مسلح یورشوں کا آغاز کر دیا۔ چنانچہ حضورؐ کو مدنی زندگی میں ۲۰ کے قریب مدافعانہ جنگیں لڑنا پڑیں۔ اس راہ میں کئی شہید ہوئے، کئی مخلص قربان گاہ پر چڑھے، کئی جانیں کام آئیں، کئی بچے یتیم ہوئے، کئی سہاگ لٹے، لیکن خدا کی محبت اور اس کی عظمت پر آنچ نہ آنے دی اور یہی عمل حضورؐ کے پاکباز صحابہؓ نے جاری رکھا۔ اور اسی کردار کا اظہار جناب ابوبکر صدیقؓ نے کیا جبکہ جنگِ بدر میں آپؓ کے فرزند نے کہا کہ آپ تو کئی بار میری تلوار کی زد میں آئے لیکن باپ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ فرمایا کہ "اگر تم میری زد میں آ جاتے تو والحب للہ والبغض للہ کی خاطر) کبھی نہ چھوڑتا۔ اور یہی جذبہ تھا جس کی بنا پر حضرتِ فاروقِ اعظمؓ نے بارگاہِ نبوت میں بدر کے قیدیوں کے متعلق یہ مشورہ پیش کیا کہ ان قیدیوں کو، ہم قرابت و رشتہ داری رکھنے والے صحابہ کے سپرد فرما دیجئے کہ خود اپنے ہاتھوں سے ان دشمنانِ خدا و رسولؐ کے سر قلم کر کے اپنے سینوں کو ٹھنڈا کریں۔

یہی وہ جذبہ تھا جس کے پیشِ نظر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے گھر بار، ماں باپ، اولاد و املاک، خویش و اقارب حتیٰ کہ وطنِ عزیز تک کو چھوڑ دیا اور ماتھے پر شکنِ اضطراب تک نہ لا سکے۔

حبِ الٰہی اور رضائے الٰہی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الاعمال بالنیات"

کہ تمام اعمال کا دار و مدار انسان کی نیت پر ہے"

کوئی عمل جو بظاہر کتنا ہی عظیم الشان ہو، اس کی تہ میں اگر ذاتی مفاد ہے اور خالص رضائے الٰہی اور حب الٰہی کی خاطر نہیں تو وہ مردود و نامقبول ہے۔ حتیٰ کہ شہید، ہجرت کرنے والا اور علم پڑھانے والا بھی اگر شہرت وشجاعت اور ناموری کی غرض سے یہ امور انجام دیتا ہے تو انہیں بھی دوزخ کی آگ میں جھونک دیا جائیگا۔

اس کے برعکس اگر دو مسلمان محض رضاء الٰہی کے لئے آپس میں محبت و مودّت رکھیں گے تو قیامت کے دن جبکہ کہیں سایہ نہ ہوگا، انہیں عرشِ الٰہی کے نیچے سایہ دیا جائے گا۔

ایثار صحابہ کی چند مثالیں:

اسی طرح "اعطیٰ للہ" کے ذیل میں بھی صحابہ کرامؓ نے بے مثال ایثار کی ان گنت یادیں چھوڑی ہیں۔

ایک جنگ کے موقع پر حضرت صدیقِ اکبرؓ نے گھر کا تمام اثاثہ راہِ خدا میں پیش کر دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ایک یہودی کو منہ مانگی قیمت ادا کر کے بیرِ رومہ خریدا، اور مدینہ کے مسلمانوں کے لئے پانی کی کمیابی و نایابی کا مسئلہ ختم کر دیا۔

حضرت عثمان غنیؓ نے ہی ایک جنگ کے موقع پر پورے کے پورے لشکرِ اسلام کو مسلح کیا، مسجدِ نبوی کی توسیع کے لئے گرانقدر اخراجات جیبِ خاص سے ادا کئے اور ایک قحط کے موقع پر اونٹوں پر لدی کئی ہزار من گندم فی سبیل اللہ تقسیم کر دی۔

حضرت علیؓ تین دن تک مسلسل روزے سے رہے اور یہ اس لئے کہ روزانہ افطاری کے وقت کوئی نہ کوئی سائل آجاتا اور وہ اپنا سامانِ افطاری سائل کی نذر کر دیتے۔

ایک صحابیؓ نے "لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون" الآیۃ کے نزول پر متاثر ہو کر اپنا نہایت قیمتی باغ راہِ خدا میں پیش کر دیا اور اپنے اہل و عیال کو آواز دی کہ "باہر نکل آؤ، اب ہمارا اس باغ سے کوئی تعلق نہیں رہا"

ایک اور صحابیؓ نے بیوی بچوں اور اپنے آپ کو فاقہ سے رکھ کر تمام ماحضر اپنے

ایک مہمان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جس پر خوش ہو کر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ"

مکہ کے تمام مہاجر صحابہؓ نے تمام دنیوی دولت محض خدا کی رضا اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی خاطر چھوڑ دی۔ اور مدینہ کے تمام انصار صحابہؓ نے محض رضائے الٰہی کی خاطر اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے اپنی دولت، اپنی زمینیں اور اپنے مکانات پیش کر دیئے۔ اور اسی پر بس نہیں، کفار جب بھی ان مہاجر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے یہ ان کے دوش بدوش رہے، اس راہ میں اپنی گردنیں کٹوائیں اور عزیز جانوں کے نذرانے پیش کئے۔

اور پھر جب وقت کا دھارا موڑ کر یہ یارانِ باصفا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لئے اپنے گھروں کی چار دیواری سے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر نکلے تو ابرِ باراں کی طرح اکنافِ عالم پر چھا گئے۔ پھر ان کی راہ نہ سمندر روک سکے اور پہاڑ، جنگل اور ریگستان ہی ان کے سدِ راہ ہوئے انہوں نے اسی جذبہ کے تحت معرکہ ہائے جدال و قتال گرم کئے، قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کو انسانیتِ عظمیٰ کے لئے کھول دیا، شہنشاہوں کے خیمہ و خرگاہ کی طنابیں کاٹیں اور ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو قلعے مسخر کئے۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی محبت و رضا کی خاطر اپنی پوری کی پوری زندگیاں وقف کر دیں۔ خدا کی راہ میں مال و اسباب تو کجا جان تک نثار کر دینا ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔

اسی ایثار، قربانی، رضائے الٰہی اور حبِ الٰہی کا نتیجہ تھا کہ دنیا جہان کی تمام سربلندیاں ساری کامرانیاں اور کامیابیاں قدرت نے ان کے لئے وقف کر دیں۔ وہی عرب کے بدو، جاہل اور ان پڑھ لوگ دنیا کے پیشوا، فاتح، امام اور قابلِ عزت رہنما بن گئے اور دنیا کو پہلی مرتبہ انسانیتِ عظمیٰ کے عز و وقار کا احساس ہوا۔

آج بھی اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیثِ مبارکہ کو اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگیوں پر نافذ کر لیں تو پھر سے سربلند ہو سکتے ہیں۔ واللہ الموفق!